خدام الدین

ملفوظاتِ طیبات

... مسلمان ، منزلِ مقصود ہے دربارِ رحمان

قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی تشریح دو شعروں میں کی جاسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو عبادت سے مخلوق خدا کو خدمت سے راضی رکھو

ایمان ، عمل صالح اور اس پر استقامت ان کرامات سے کہیں زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے جن کے بعض شعبدہ باز طالب ہوتے ہیں کیونکہ استقامت علی الدین اور رضاء الٰہی ہی تمام انبیاء و مرسلین کی نصیحت کا لب لباب ہے

رنگ ہے قرآن ، رنگ فروش ہیں علمائے کرام ، رنگساز ہیں صوفیائے عظام

جب نور آتا ہے ظلمت کافور ہو جاتی ہے۔ اگر ایک ٹمٹماتے چراغ سے کمرہ روشن ہو جاتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے نام سے دل روشن نہیں ہو سکتا

دل ہے زمین ، کلمہ طیبہ ہے بیج ، چشمہ آبِ حیات ہے قرآن ، ہادی ہے پانی دینے والا ، یہ ایک نسخہ ہے جس سے یقیناً شفا ہو جائے گی

اسلام کی ماں ایمان ہے اور ایمان کی ماں خوفِ خدا ہے
اتباعِ قرآن و شریعت سے انسان کامل انسان بنتا ہے۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان پر ثابت قدمی

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَّا اَسْئَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ - وَفِيْ رِوَايَةٍ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

ترجمہ :- حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ مجھے اسلام کے بارہ میں ایسی نصیحت فرمائیں کہ کسی اور سے آپ کے بعد پوچھنے کی ضرورت نہ رہے - آپ نے فرمایا تو کہہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی بات پر جم جا -

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی دنیاوی اور دینی زندگی نہایت کامیابی سے گزارنے کے لیے ایک نہایت عمدہ اور مختصر نصیحت فرمائی ہے - آپ نے یہ نصیحت پورے دین کا مغز اور ایمان کی حقیقی روح ہے - آپ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد انسان کو اسی پر ثابت قدمی سے جم جانا چاہیے - اور اسے کسی دوسری طاقت سے ڈر کر یا کسی رعب کے تلے آکر اس سے پھر نہیں جانا چاہیے - اگر وہ ایسا کر سکے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ دین و دنیا کی فلاح سے مالا مال نہ ہو جائے -

آپ کی یہ نصیحت دراصل پورے اسلام کا خلاصہ ہے - کیونکہ جب آدمی یہ اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں اسے زمین و آسمان کی تمام طاقتوں سے بالاتر سمجھتا ہوں - اسے ساری کائنات کا خالق سمجھتا ہوں - اور اپنا مالک اور حقیقی معبود مانتا ہوں - اس لیے میں سوائے اس کے کسی دوسری طاقت سے نہیں ڈروں گا - نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کروں گا - اپنی ہر ضرورت کے وقت اسی کو پکاروں گا - مصیبت و ابتلا کے وقت اسی سے فریاد کروں گا - کامیابی کے لیے اسی سے ہی دعا کروں گا - اور اسی کے احکام اور ارشادات پر عمل کروں گا - اس کے سوا نہ کسی کی عبادت کروں گا نہ اس کے حکموں کے خلاف کسی کی بات مانوں گا -

ظاہر ہے کہ فقط اللہ پر ایمان لانے اور اس پر جم جانے سے انسان ان تمام باتوں کا قائل ہو جاتا ہے اور بہت سی برائیوں مثلاً شرک، بدعت، لالچ اور طمع وغیرہ سب برائیوں سے بچ جاتا ہے - وہ اپنے آپ کو صرف اللہ کا بندہ سمجھتا ہے اور اس کے نتیجہ میں باقی تمام کائنات پر حکومت کرتا ہے وہ اللہ کے خوف سے اپنے نیک ضمیر کو ہمیشہ بیدار رکھتا ہے اور برائی سے نفرت کرنے لگتا ہے - گویا وہ زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ کی دی ہوئی ہدایت سے کام لیتا ہے اور نیکی کا مجسمہ بن جاتا ہے -

اس حدیث پاک کی رو سے پورے دین کا خلاصہ ہے - اور لب لباب یہ ہے کہ انسان اللہ پاک پر پختہ یقین رکھے اور اس پر پوری قوت سے ڈٹ جائے - کوئی خوف یا لالچ، کوئی مشکل یا دشواری اسے اس راہ سے ڈانواں ڈول نہ کرے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ — شمارہ نمبر ۳

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر

محمد سعید الرحمن علوی

ادارہ تحریر

◎ مولانا محمد اجمل
◎ زاہد الراشدی
◎ [illegible]

بدل اشتراک

سالانہ ۳۵ — ۰۰
ششماہی ۱۸ — ۰۰
سہ ماہی ۹ — ۵۰
فی پرچہ ۰ — ۵۵

اقلیتوں کا ہفتہ

آج کل حکومت پاکستان اقلیتوں کا ہفتہ منا رہی ہے اور جب یہ سطور قارئین تک پہنچیں گی تو یہ سلسلہ ہنوز جاری ہوگا۔

اس سلسلہ میں وزیر اعظم بھٹو کی طرف سے پریس کے نام جو بیان جاری ہوا ہے اس میں دو باتیں بطور خاص انہوں نے کہی ہیں۔

* اسلام پاکستان کا مذہب ہے ...... اسلامی طرز زندگی کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں غیر مذاہب کے پیرو کاروں کے لیے انتہائی درجہ کی رواداری کی ضمانت دی گئی ہے۔

* انہوں نے بانی پاکستان مسٹر جناح کے حوالہ سے کہا کہ انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کو ایسی مذہبی ریاست نہیں بنایا جائے جس میں ملاؤں کو حکمرانی حاصل ہو۔

*

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے تو یہ بات آئین میں لکھے جانے کی حد تک تو بلاشبہ ٹھیک ہے لیکن جہاں تک اس کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کا تعلق ہے ہر کوئی جانتا ہے کہ اس کی کیا پوزیشن ہے؟

بلکہ ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ اگر مقتدر لوگوں میں احساس ضمیر نام کی کوئی چیز زندہ ہے تو وہ خود بھی اس کے قائل و معترف ہوں گے کہ ہمارے حلق سے اوپر ہی اوپر اسلام ہے اور بس!

اسلامی طرز زندگی کی جس خوبی کا بھٹو صاحب نے ذکر کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اقلیتوں کے متعلق ہی ارشاد فرمایا تھا :

دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا۔ کہ ان کے خون ہمارے خون کی مانند ہیں اور ان کے مال ہمارے مال کی مانند۔

نبی پاک علیہ السلام کے اس ارشاد مبارکہ کو اہل اسلام نے ہمیشہ حرز جان سمجھا۔ اور اس کی روح پر باقاعدہ اس طریق سے

نقل کیا کہ اقلیتوں کو کبھی شکایت کا موقع نہ ملا [illegible]
مسلمانوں کے مختلف ادوارِ حکومت میں خواہ
اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ جیسے لوگ [illegible]
زیادہ [illegible]
سب دیکھا جا سکتا ہے کہ ان کے خلاف کوئی بات
بھی صحیح ثابت نہیں ہوئی بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ
مختلف شعبہ ہائے حیات میں اقلیتوں کے نمائندے
بڑی ذمہ دارانہ حیثیتوں کے مالک ہیں اور ہر طرح
اطمینان و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔

اسلام کی رواداری اور اس کی وسعتِ قلبی و
عالی ظرفی کا تو یہ عالم ہے کہ

"اگر کوئی مسلمان کافر ذمی کو قتل کر ڈالے
تو اس پر بھی قصاص ہوگا"
(وقالہ الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ)

اس اعتبار سے حکومت کی اس معاملہ میں جدوجہد
وغیرہ اپنی جگہ درست ہے لیکن دو باتیں بجا طور پر
کھٹکتی ہیں۔

۱۔ پہلی تو یہ کہ حکومت ہر کام کرنے سے پہلے
یہ سوچتی ہے کہ اس ذریعہ سے مخالفین کو کیونکر
رگیدا جا سکتا ہے؟

اس اقلیتی ہفتہ کے سلسلہ میں وزیر اعظم سمیت
جن جن مقتدر لوگوں کے بیانات وغیرہ آرہے ہیں
ان میں برابر مخالفین پر تبرا کیا جا رہا ہے
حالانکہ جس آئین کے حوالے دیئے جا رہے ہیں وہ آئین
بلاشبہ حزبِ اختلاف کی مخلصانہ سوچ اور ان کے
مظلومانہ کردار کا عکاس ہے۔ ورنہ یہ لوگ اگر بلاوجہ
ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے تو آئین ہوتا کہاں؟

۲۔ دوسری بات جو بڑی اہم ہے وہ ہے ایک
اقلیت کا افسوسناک بلکہ شرمناک طرزِ عمل!

ہماری مراد قادیانیت سے ہے جو ایک طویل
عرصہ تک حکومتوں کی جا و بیجا پاسداری کے
پیشِ نظر پنپتی رہی۔ حتیٰ کہ اسے حکومت کے
خواب آنے لگے اور وہ ننگی جارحیت پر اتر آئی۔
تو مسلمانوں کی جوابی تحریک نے اسے ٹھکانے لگا

[illegible] لیکن اگر [illegible] حکومت [illegible]
[illegible] معاملہ میں [illegible] تعاون [illegible] نتیجہ
[illegible] کے پیروکار اپنے کو مسلمان کہتے
ہیں اور [illegible] کے ماننے والوں کو کافر و منافق!

ملکی و غیر ملکی سطح پر ان کی جارحانہ سرگرمیوں
کا کچھ اندازہ آپ کو اس پریس کانفرنس سے ہوگا
جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا محمد یوسف
بنوری نے پشاور میں کی اور اسی پرچہ میں شاملِ
اشاعت ہے۔

لیکن ان ساری دھاندلیوں کے باوجود وہ باز
نہیں آتے بلکہ اقلیتی امور کا وزیر جو "مولانا" کہلانے
پر بھی مصر رہتا ہے ان کی صفائی دیتا ہے غالباً اسے
آئندہ انتخاب میں بھی مرزائیوں کے اجتماعی ووٹ
درکار ہیں۔

ہماری گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ جب ملت اپنی
دینی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر اقلیتوں کے معاملہ میں
ہر طرح رواداری کا مظاہرہ کرتی تو اقلیتوں کا بھی
کوئی فرض ہے یا نہیں؟

اور اس فرض کا احساس دلانا اور اس پر عملدرآمد
کرانا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے ورنہ ہم
مجبوراً کہیں گے کہ یہ بھی محض ایک چال ہے —
اور بس!

دوسری بات جو بھٹو صاحب نے اپنے پیغام
میں کہی وہ ہے مسٹر جناح کے حوالہ سے ملاؤں کی
حکومت کا قائم نہ ہونے دینا۔ ہم سمجھتے ہیں
کہ یہ پوری مخلوق جو مختلف ذرائع سے وقتاً فوقتاً
اقتدار کی مسند پر براجمان ہوتی رہی ہے، ملاؤں
سے الرجک ہے جس کی واضح وجہ یہ ہے کہ
"ملاؤں" کے آنے سے "شیشہ و مے" کا کاروبار
سرد پڑ جائے گا۔ رات کی تاریکیوں میں ہونے والا
مکروہ کاروبار جو ہیرا منڈی سے لے کر بالا خانوں
تک میں ہوتا ہے بند ہو جائے گا۔ اور ملک واقعی
دارالاسلام بن جائے گا لیکن [illegible] لوگ چونکہ سرکاری
مذہب اسلام قرار دینے کے باوجود دارالاسلام کے

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : ادارہ

کاروانِ حق رواں دواں رہے گا

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ صدق اللہ العلی العظیم ۔

بزرگانِ محترم ! معزز حاضرین و محترم خواتین ! آج کی معروضات کا عنوان ہے کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ہدایت کی دعوت دینے والا رہنا چاہیے اس ضمن میں قرآن کریم کی یہ عظیم ترین آیت پیش کی جا رہی ہے ۔

ترجمہ ہے : اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے ۔ اور نیک کام کرنے کا حکم دے ، اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ۔

سب سے پہلے اس داعی کو اپنا عمل صحیح و درست کرنا ہوگا ۔ کیونکہ جو خود بے عمل ہو ، بے نماز ہو ، احکام اسلام کا پابند نہ ہو وہ دوسروں کو کیسے کہے گا کہ آپ نماز پڑھیں ، احکام اسلام کی پابندی کریں ۔ انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص حضرت نبی کریم علیہ السلام نے جو کام ارشاد فرمایا ۔ پہلے خود اس پر عمل کیا اور عملی زندگی میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی ہیں ۔

خوش قسمت لوگ

وہ لوگ ہیں جو اس کو (اسوۂ نبی کو) مشعل راہ بناتے ہیں ، اس کو ہدایت کا سامان بناتے ہیں ۔

قرآن حکیم کیوں آیا ؟

زبانی جمع خرچ سے قومیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں ۔ قرآن حکیم عمل کے لیے آیا ہے صرف قسمیں کھانے کے لیے نہیں آیا ۔ ایسا کرنا بہت بدقسمتی کی بات ہے ۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے پے در پے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور وعدہ بھی یہی تھا لیکن ہم دیکھتے یہ ہیں کہ اس نے غایت درجہ مہربانی فرماتے ہوئے سب سے پہلے انسان کو ہی نبی بنا کر بھیجا ۔ بعض لوگ سوچتے ہیں کہ پہلے انسان کو نبی بنانے کی کیا تک ؟ جب امت ہی نہ تھی تو نبی کی کیا ضرورت ؟ لیکن اگر پہلا انسان اس طرح دنیا میں آجاتا تو وہ کس کو دیکھ کر عمل کرتا ، کس سے نمونہ حاصل کرتا ؟ اس لیے حکمت کا عین تقاضہ یہی تھا کہ پہلا انسان ہادی ہو ، رہنما ہو تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ راہ پکڑیں اور نمونہ بنائیں ۔

نبی کون ہے

نبی اس کو کہتے ہیں جس کے لئے بالواسطہ یا

بلا واسطہ الہام ثابت ہو۔ اللہ نے ان سے براہِ راست کلام کیا ہو یا بواسطہ جبریل علیہ السلام الہام فرمایا ہو۔

بہ حیثیت نبی قرآن میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کا ہی ذکر ہے جس نے خدا سے کلام فرمائی۔ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ یعنی آدم علیہ السلام کو اللہ نے توبہ کے چند کلمات تلقین کئے۔

اس کے بعد اللہ نے ان سے فرمایا کہ جب کبھی ضرورت ہوگی انسانوں کے لیے نبی آتے رہیں گے اور چنانچہ نبی آئے اور ہر قوم و قبیلہ میں آئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تک مطلق قوموں کے لیے نبی آئے جبکہ ان سے اجتماعی دور کی ابتدا ہوئی جس کی انتہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ یہ چند حضرات اولوالعزم نبی کہلاتے ہیں۔ جو مختلف اقوام عالم کی طرف تشریف لائے۔ ان میں سے پوری طرح کامل، مکمل، اکمل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی آمد پر خدا نے انہیں فرمایا کہ آپ تمام اقوامِ عالم کے نبی ہیں:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔

اور فرمایا:۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔

اب کسی نئے نبی، نئی امت اور نئی کتاب کے آنے کا سوال ہی نہیں۔ خدا کی حجت پوری ہو چکی، اس کی نعمت تمام ہو چکی۔

آپؐ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ خَیْرُ الْاُمَمِ۔

کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے، عمر یونہی تمام ہوتی ہے۔ کبھی ہم آپ بچے تھے، پھر بڑے ہوئے جوانی دیوانی کا دور آتا ہے پھر اضمحلال، کمزوری کا دور آتا ہے۔ یہی معاملہ اس دنیا کا ہے۔ دنیا میں افراد کا یہ عالم ہے کہ ان پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ اے اللہ! اب تو ہمیں اگلی دنیا میں لے جا۔ ہمیشہ کی دنیا، باقی رہنے والی دنیا میں، ہاں ایسے بھی ہوتے ہیں جو قویٰ کے اضمحلال و ضعف کے دور میں بھی یہاں سے کوچ کرنا پسند نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی بد عملی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور انہیں نظر آتا ہے کہ ہمیں ان کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس لیے وہ گھبراتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں لیکن اس سے وہ ٹلتا تو نہیں۔ اس کے برعکس دوسری قسم کے لوگ وہ اس پیالے کو پینے میں لذت محسوس کرتے ہیں۔

یہاں لاہور میں غازی علم الدین شہید تھا ایک بے چارہ بڑھئی تھا۔ رنگیلا رسول نامی کتاب لکھی گئی نہایت گستاخانہ کتاب تھی جس میں حضور علیہ السلام کی گستاخی کی گئی تو اس بیچارے نے سوچا میں کیوں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پہ قربان ہو جاؤں اس نے یہ سوچا کہ اگر انگریز کا قانون حضور علیہ السلام کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا تو ایک مسلمان اپنا خون دے کر تو ایسا کر سکتا ہے۔

تو اس بڑھئی کو خدا نے توفیق دی اور اس نے یہ کام کیا۔ بعد میں بعض وکیلوں نے اس سے بیان بدلنے کو کہا کہ تم یہ بیان دے دو کہ میں نے جذبات میں ایسے کیا ہے۔ لیکن اس نے کہا کہ مجھے خواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری انتظار کر رہا ہوں۔ میں تمہارے استقبال کے لیے بیٹھا ہوں۔ اور میں نے یہ کام اپنی جان بچانے کے لیے نہیں بلکہ ناموسِ رسالت پہ قربان ہونے اور دربارِ رسالت میں سرخروئی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا ہے لہٰذا میں کسی صورت بیان نہیں تبدیل کرونگا۔ بلکہ میں اقرار کروں گا کہ میں نے ایسا کیا ہے۔

خداوند قدوس کی مغفرت ورضا پر یقین رکھنے والے

یہی لوگ ہوتے ہیں جو ہنسی خوشی قربانی دیتے ہیں اور راہِ حق میں مر مٹتے ہیں۔

؎ یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اللہ والوں کے لیے ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ رضاءِ الٰہی کے لیے مرتے ہیں۔ مال و غنیمت اور دولت و سطوت کوئی چیز بھی پیشِ نظر نہیں ہوتی ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

اور یہ بندگانِ خدا سب کچھ کر کے بھی بارگاہِ قدس میں عاجزانہ اعتراف کرتے ہیں کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس کے بالمقابل قرآن حکیم نے دوسرے طبقہ کا ذکر کیا جس میں بالخصوص یہود کے احوال میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہزار ہزار برس جینے کی تمنا کرتا ہے اور اس کے باوجود دعوے ہے کہ

نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔

لیکن خدا نے فرمایا کہ اگر تم بیٹے اور چہیتے ہو تو دنیا کے مصائب و مشکلات جھیلو کہ یہ دنیا بقول نبی کریم علیہ السلام ہے ہی دارالمحن اور آخرت میں جانے کی آرزو کرو۔ لیکن فرمایا کہ چونکہ انہوں نے بدکاری کی ہے۔ خونِ انبیاء سے ہاتھ رنگے ہیں، ان کی تکذیب کی ہے اس لیے یہ آرزو نہیں کریں گے۔

صحابہ کرامؓ کا طریقِ زندگی

نبی تو نبی ہے اس کی تکذیب و توہین کیونکر گوارا ہو یہاں تو یہ حالت ہے کہ ان کے ساتھی یعنی صحابہ کرامؓ کے معاملہ میں بھی اسلام بڑا حساس ہے رومی حکومت کے مقابلہ میں مٹھی بھر صحابہ کشتوں کے پشتے لگا رہے ہیں اور جدھر جاتے ہیں کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومتی ہے تو رومی حیران ہوئے کہ اس کا راز کیا ہے؟ جاسوس بھیجے۔ حالات کا جائزہ لیا تو ان جاسوسوں نے جا کر بتلایا کہ

بِاللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَبِالنَّهَارِ فُرْسَانٌ کہ دن کو گھوڑے کی پشت ہے تو رات کو مصلّٰی ہے۔

چنانچہ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرامؓ کی تربیت جس ذاتِ اقدس نے کی اس کا یہ عالم ہے کہ بقول حضرت عائشہؓ اتنے طویل سجدے کرتے کہ مجھے شبہ ہوتا کہ کہیں موت تو واقع نہیں ہو گئی۔ چنانچہ میں پاؤں کو ہاتھ لگاتی اور ٹٹولتی۔ اور ان سجدوں میں سوائے امت کی مغفرت کے اور کچھ نہ تھا۔ آیاتِ ترغیب و ترہیب آتی ہیں تو امت کے لیے دعائیں فرماتے ہیں اور رب سے استغفار کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ معصوم ہیں اور جب سوال ہوتا ہے کہ اتنے فضل و عظمت کے باوجود اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ:

اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ــــ کہ میں پروردگارِ عالم کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

شکرِ نعمت ضروری ہے!

تو گویا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبق پڑھایا وہ یہ کہ شکرِ نعمت ازبس ضروری ہے۔ اور قرآن کریم بھی یہ کہتا ہے کہ شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ ناشکری باعثِ زوالِ نعمت ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔ اور اگر تم شکر کرو تو میں اضافہ کروں گا اور کفر و انکار کرو گے تو میرا عذاب شدید ہے۔

حق پرست علماء

غرضیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے عظیم گروہ نے صبر و شکر اور عزیمت و استقامت کے ساتھ پوری دنیائے انسانیت کو

(باقی صـ ۱۸ پر)

۷ستمبر کا فیصلہ اور مسلمانوں کی پکار

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

اسلام اور قادیانیت کا تصادم قریباً ایک صدی سے جاری ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو اس کی نام نہاد وحی اور نبوت پر ایمان نہیں لائے، کافر و مشرک اور جہنمی ٹھہرایا۔

مسلمانوں نے قادیانی نبوت اور قادیانی فرقہ کے خلاف جس ردِّ عمل کا اظہار کیا اس سے کوئی شخص ناواقف نہیں۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم فرقہ قرار دے کر انہیں پاکستان کے غیر مسلم شہری تصور کیا جائے۔ اور ان کو اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے منع کیا جائے۔

حکومت نے یہ دانش مندانہ اقدام کیا کہ مسلمانوں کا مطالبہ ایک قرارداد کی شکل میں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ قومی اسمبلی نے بحث و تمحیص کے بعد قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اور آئین میں ان کا نام غیر مسلم اقلیتوں میں درج کر دیا گیا۔ ۷ستمبر ۱۹۷۴ء کو جب اس فیصلے کا اعلان کیا گیا اس وقت مسلمانوں سے واضح طور پر وعدہ کیا گیا تھا کہ بہت جلد اس آئینی فیصلے کی روشنی میں مناسب قانون سازی کی جائے گی۔ اور اسلامی شعائر کو قادیانیوں کی دستبرد سے بچانے کے لیے قانونی تحفظ کا انتظام کیا جائے گا۔

سنا گیا ہے کہ مسٹر معراج خالد کے زمانے میں اس سلسلہ میں ایک بل ایوان میں لایا گیا لیکن اسے قانونی شکل نہ دی گئی بلکہ اسے سلیکٹ کمیٹی کے سرد خانے میں ڈال دیا گیا اور آج تک کسی کو خبر نہیں کہ اس بل کا کیا حشر ہوا۔ ادھر حکومت کے تساہل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانی گروہ نے قومی اسمبلی کے فیصلے کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ قادیانی اخبارات و رسائل نے آئین اور آئین ساز ادارے کی تذلیل و توہین میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ اس پر بیسیوں مقالات لکھے گئے۔ قادیانیوں کی سرکشی اور شورہ پشتی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے سرگودھا عدالت میں (بمقدمہ راؤ عبدالشان وغیرہ بنام مرزا ناصر احمد وغیرہ) یہ تحریری بیان داخل کیا ہے کہ وہ پکے مسلمان ہیں اور دوسرے لوگوں کا مسلمان ہونا قابلِ تسلیم نہیں ہے۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ قادیانی امت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے کھل کر اعلان کر دیا ہے کہ:-

"ان کے پیروکار خود کو مسلمان سمجھتے ہیں اور کوئی شخص ان سے یہ نہیں کہلوا سکتا کہ وہ مسلمان نہیں۔ لوگ ہمیں جو چاہیں کہتے رہیں اور ہمیں جو کچھ بھی قرار دیا جائے لیکن ہم اپنے آپ کو اسلام کے سچے فدائی اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ خادم سمجھتے رہیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت ہم سے یہ نہیں کہلوا سکتی کہ ہم مسلمان نہیں رہے یا مرتد ہو گئے ہیں۔"

(نوائے وقت لاہور یکم اپریل ۷۶ء)

قادیانی لیڈروں کے اس طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ستمبر ۷۴ء کے آئینی فیصلے کو تسلیم کر کے پاکستان کے وفادار شہری کی حیثیت سے وہ اس ملک میں رہنے کو تیار نہیں بلکہ وہ اس فیصلے کو لغو، لچر اور مہمل تصور کرتے ہیں۔ بیرونی ممالک میں قادیانیوں

نے پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے ایک مہم چلا رکھی ہے اس سلسلہ میں مرزا ناصر احمد اور سر ظفر اللہ خان کے بیانات غیر ملکی پریس میں شائع ہو چکے ہیں جن میں قومی اسمبلی کے معزز ارکان کے علاوہ برسر اقتدار پارٹی کو دشنام آمیز الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔

عرب ممالک کے لیے "اسرائیل" کا وجود ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے اور اسرائیل کی صیہونی حکومت اسلام دشمنی کا بدترین منظر ہے۔ مگر قادیانی اسلام دشمنی میں اس قدر اندھے ہیں کہ ان کا اسرائیل سے باقاعدہ رابطہ قائم ہے۔ ان کا مشن "اسرائیل" میں صیہونی حکومت کے زیر سایہ کام کر رہا ہے۔ اور قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو کر عربوں پر آگ برسا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا ظفر احمد انصاری کا اخباری بیان اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اور انہوں نے لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس کا قطعی ثبوت بھی اخبار نویسوں کو فراہم کر دیا ہے۔

پاکستان کے کسی گروہ کا "اسرائیل" سے رابطہ قائم کرنا درحقیقت عالم اسلام کی نظر میں پاکستان کو بدنام کرنے کی ایک بدنما اور بھونڈی شکل ہے لیکن افسوس ہے کہ قادیانیوں سے اس پر کوئی باز پرس نہیں کی گئی۔ بلکہ عالم اسلام، عرب ممالک اور خود پاکستان کے مسلمانوں کی خواہشات کے علی الرغم قادیانیوں کی ناز برداری کی جا رہی ہے۔ چنانچہ مذہبی و اقلیتی امور کے وزیر جناب کوثر نیازی صاحب نے قادیانیوں کے وکیل صفائی کی حیثیت سے گزشتہ دنوں یہ بیان جاری کیا کہ اسرائیل میں کوئی پاکستانی مرزائی نہیں۔ کیونکہ پاکستان سے اسرائیل کے لیے کسی کو پاسپورٹ مہیا نہیں کیا جاتا۔ یہ دلیل ایسی مضحکہ خیز ہے۔ کہ اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسرائیل کے قیام سے لے کر اب تک مرزائیوں کا مشن وہاں خلیفہ ربوہ کی ہدایات کے ماتحت اور صیہونی حکومت کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔ ربوہ سے اس کے باقاعدہ روابط ہیں اور پاکستان کے مرزائیوں کی بھی وہاں آمد و رفت رہتی ہے۔ چنانچہ خود قادیانیوں کی کتاب "اور فارن مشن" میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ:-

"اسرائیل میں ہماری جماعت کے مؤثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مبلغ چوہدری محمد شریف صاحب ربوہ پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چوہدری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔" (ص ۷۹)

کیا کوثر نیازی صاحب بتا سکتے ہیں کہ یہ محمد شریف مرزائی کس راستہ سے اسرائیل پہنچا تھا؟ اور پھر یہ کہ اسرائیل کے صدر نے ایک جماعت کے مبلغ سے عین اس وقت جبکہ وہ پاکستان آ رہا تھا۔ ملاقات کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اور چوہدری محمد شریف صاحب اسرائیل کے صدر کا کیا خفیہ پیغام ربوہ کے لیے لائے تھے؟ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ محترم وزیر صاحب "چور" کی طرف سے تو صفائی پیش کرتے ہیں مگر "چور" کی نشاندہی کرنے والوں کو لتاڑا جاتا ہے۔ قادیانیوں کی اس ناز برداری کا نتیجہ ہے کہ قادیانیوں کی جانب سے مسلمانوں کی دلآزاری کی ایک مثال یہ ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے کنزی ضلع میرپور خاص میں ۶-۷-۸ مئی کو سیرت کانفرنس کا اعلان کیا گیا۔ مقامی حکام نے اس کی اجازت دے دی تھی اور خود پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے اس کی پرزور حمایت کی لیکن قادیانی ڈی آئی جی کے حکم سے کانفرنس روک دی گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کے شہری ابھی تک قادیانیوں کے چنگل میں ہیں۔ ایوب خان اور یحییٰ خان کے دور میں اقتدار کے اردگرد قادیانیوں کا ہالہ تھا کیا آج بھی صورتِ حال ہے؟ کیا آج بھی سکرٹیریٹ کا عملہ قادیانیوں کا زرخرید ہے؟ اگر نہیں تو قادیانیوں کو کھلی چھٹی کیوں دی جا رہی ہے؟

دواہ فیکٹری میں بم پھینکنے کے الزام میں جو تین قادیانی لڑکیاں گرفتار کی گئی ہیں کسی کو معلوم ہے کہ وہ کس کے اشارے سے اور کن ذرائع سے وہاں گئیں؟ اور وہ کہاں کی رہنے والی ہیں؟ پھر اس ساری کہانی کو صیغہ راز میں کیوں رکھا گیا؟ کیا اس کا یہ مقصد تو نہیں کہ قادیانیوں کی ملک دشمنی کا چرچا نہ ہو؟ اور پبلک پر ان کے عزائم منکشف نہ ہوں؟

قادیانی "مسلمانوں" کو بدستور مرعوب کر رہے ہیں مسلمان حیران ہیں کہ آخر یہ کیا معمہ ہے۔ قادیانیوں کو جرأت و جسارت غالباً اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ حکومت قومی اسمبلی کے آئینی فیصلے کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لیے سنجیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ آئین کی روشنی میں قانون سازی کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا اور قوم کے ساتھ کیے گئے وعدوں کو فراموش کر دیا گیا۔ اس لیے قادیانیوں نے آئین اور آئین ساز ادارہ کے تقدس اور عظمت و وقار کو پامال کرنا شروع کیا اور آئینی فیصلے کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیر ڈالیں۔

قادیانیوں کو مزید جرأت پہ جرأت اس واقعہ سے پیدا ہوئی کہ مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کے لیے مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں نے وفد کی شکل میں ملنا چاہا لیکن محترم وزیر اعظم کے سیکرٹری ایسے عدیم الفرصتی کا بہانہ بنا کر ملاقات کا دروازہ بند کر دیا۔ اس کے برعکس ایک قادیانی لیڈر راجہ غالب سے اور اس کے بعد مرزا ناصر احمد سے وزیر اعظم کی کئی کئی گھنٹے ملاقاتیں ہوئیں اور اس کے بعد ہی قادیانیوں کے لب و لہجہ میں تبدیلی آگئی۔

حال ہی میں برطانوی اخبار گارجین کے ورلڈ فیسٹول آف اسلام کے ضمیمہ میں قادیانیوں نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں روزنامہ جنگ کراچی (۹ر اپریل ۷۶ء) کے مطابق انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قادیانی مذہب حقیقی اسلام ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس کے نچلے حصہ میں کلمہ طیبہ الٹا دکھایا گیا ہے اور اس کے اوپر کے حصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فوٹو شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح کا ایک اشتہار انہوں نے ٹائمز آف لندن میں ۴ر اپریل ۷۶ء کو شائع کیا ہے۔ کہ قادیانی مذہب ہی حقیقی اسلام ہے۔

اس سے بڑھ کر ستم کیا ہو گا کہ جس "میلہ عالم اسلام" کا اہتمام اسلامی ممالک نے کیا اور جس سے دلچسپی لینے میں پاکستان پیش پیش، اس میں قادیانی یہ چیلنج کرتے رہے کہ وہی حقیقی مسلمان ہیں اور ان کے سوا دنیا بھر کے مسلمان درحقیقت اسلام سے خارج ہیں۔ کیا قادیانیوں کے یہ مکروہ اشتہار دنیا بھر کے مسلمانوں کی غیرتِ ملّی کے منہ پر طمانچہ کی حیثیت نہیں رکھتے؟ معلوم نہیں ہمارے وزیر مذہبی امور نے جو اس میلہ میں شرکت کے لیے لندن تشریف لے گئے تھے، اس کے خلاف کوئی کلمۂ حق بلند کیا یا نہیں؟

قادیانیوں کی اشتعال انگیزی کا ایک پہلو یہ ہے کہ ان کے اخبارات و رسائل بار بار ان کے خلیفہ کا یہ اعلان چھاپ رہے ہیں کہ اگلی صدی ہجری (جو چار پانچ سال بعد شروع ہو رہی ہے) اسلام یعنی قادیانیت کے غلبہ کی صدی ہوگی۔ اس لیے تمام قادیانیوں کو تیزی سے اس کی تیاری کرنی چاہیے۔ اور لاہوری مرزائیوں کا اخبار پیغام صلح (۲۴ مارچ ۷۶ء کی اشاعت میں) تمام مسلمانوں کو اس جرم میں مشرک قرار دیتا ہے کہ انہوں نے قادیانی کیس قومی اسمبلی میں پیش کیا اور قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے خارج از اسلام ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس کے علاوہ قادیانیوں نے جزیرہ فجی میں جو پمفلٹ شائع کیا وہ ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اس کے ہر صفحہ پر مسلمانوں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا قادیانیوں کے یہ اقدامات مسلمانوں کے خلاف کھلا چیلنج نہیں؟ ستم یہ ہے کہ حکومت خود تو اندرون بیرون ملک قادیانیوں کی سرگرمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی نہ ان کا نوٹس لیتی ہے، برعکس اس کے "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے باہر تبلیغ کے لیے جانے پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے اور انہیں تبلیغ کے لیے زرمبادلہ کی سہولت بھی مہیا نہیں کی جاتی۔

ایک اہم ترین توجہ طلب مسئلہ سرکاری ملازمتوں پر

قادیانیوں کے تسلط کا ہے۔ قادیانی اپنے حصہ سے کہیں زیادہ سول اور فوج کے اہم ترین عہدوں پر فائز ہیں۔ وہ چن چن کر اپنے عزیز و اقارب یا اپنے ہم مذہب لوگوں کو سرکاری ملازمتوں میں بھرتی کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے اس استحصال سے ہمارا نوجوان تعلیمیافتہ طبقہ پریشان ہے اور وہ بیروزگاری کی وادیوں میں بھٹک رہا ہے۔ قادیانی ایسے پریشان حال نوجوانوں کو شکار کرتے ہیں اور قادیانی مذہب قبول کر لینے کی شرط پر انہیں ملازمتوں کا جھانسہ دلاتے ہیں۔ ممکن ہے حکومت نے اس سلسلہ میں کچھ اقدامات کیے ہوں لیکن صورت حال ابھی تک تشویشناک ہے حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے برطرف کر کے مسلمان سرکاری ملازمین کو ان کے چنگل سے نجات دلائے اور قادیانیوں کے قبضے سے زائد نشستیں خالی کرا کر مسلمانوں کی حق تلفی کا تدارک کرے۔

مسلمانوں کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ربوہ کی زائد اراضی قادیانیوں سے واگزار کرا کر وہاں مسلمانوں کو آباد کرنے کا انتظام کیا جاتا۔ مگر اس کے برعکس یہ کیا گیا کہ ربوہ کی حدود میں توسیع کر کے ملحقہ مواضعات کو ربوہ میں شامل کر دیا گیا اور قادیانیوں نے ارد گرد کی زمینیں خرید کر ربوہ کی سنگینی کو مزید مستحکم بنا لیا۔ ربوہ میں جو مسلمان سرکاری ملازمین متعین کیے گئے ہیں۔ قادیانیوں نے ان کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور حکام بالا کو ان کے خلاف غلط شکایتیں بھجوا کر انہیں بدنام اور ہراساں کیا جا رہا ہے۔ وہ مظلومیت اور بے کسی کی تصویر بنے ہوتے ہیں مگر باہر کی دنیا کو ان کے حال کی کچھ خبر نہیں۔ نہ پریس میں ان کی کوئی آواز ہے۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں نے ربوہ اسٹیشن پر جو ہنگامہ کھڑا کیا تھا حکومت پنجاب نے اس سانحہ کی عدالتی تحقیقات کے لیے صمدانی کمیشن مقرر کیا۔ جس نے اس سانحہ کے پس منظر کا جائزہ لیا۔ متعلقہ افراد کے بیانات قلمبند کئے اور ربوہ جا کر وہاں کے حالات و شکایات کا نوٹس لیا۔ اس تمام کارروائی کے بعد کمیشن نے اپنی رپورٹ مرتب کر کے حکومت پنجاب کو پیش کر دی اور پنجاب گورنمنٹ نے وہ رپورٹ مرکز کے سپرد کر دی۔ مسلمانوں کی طرف سے بارہا مطالبہ کیا جا چکا ہے کہ اس رپورٹ کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام یہ معلوم کر سکیں کہ سانحہ ربوہ کے اسباب و علل کیا تھے؟ اور اس کے پس منظر میں کون سے عوامل کارفرما تھے؟ لیکن نہ جانے اس رپورٹ کو شائع کرنے سے کیوں گریز کیا گیا۔ آج تک "صمدانی رپورٹ" رازہائے سربستہ کی حیثیت سے حکومت کے سرد خانے میں پڑی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس رپورٹ کے مندرجات سے عوام کا مطلع ہونا گویا کوئی گناہ ہے تو تحقیقاتی کمیشن بٹھانے کا تکلف ہی کیوں کیا گیا؟

اسی طرح قومی اسمبلی نے ایک طویل مدت تک قادیانی مسئلہ کا جائزہ لے کر اپنا تاریخی فیصلہ صادر کیا۔ قادیانیوں کی دونوں جماعتوں کے سربراہوں کے تقریری و تحریری بیانات اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے۔ ان پر کئی دن تک جرح ہوتی رہی۔ مسلمان راہنماؤں نے اپنا موقف پیش کیا اور قادیانیوں کے خارج از اسلام ہونے کے دلائل مہیا کیے۔ قومی اسمبلی کی یہ پوری کارروائی قوم کی مقدس امانت ہے۔ ارباب اقتدار کی جانب سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ اس کارروائی کو مرتب کر کے شائع کیا جائے گا لیکن افسوس ہے کہ آج تک وہ بھی صیغۂ راز میں ہے۔ مسلمانوں کی جانب سے اس کی اشاعت کا بارہا مطالبہ کیا گیا۔ مگر ابھی تک کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ قادیانی گروہ کی دست درازیوں سے اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کا تحفظ کیا جائے مگر تا حال اس کے لیے بھی کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اس لیے مسلمان مجبور ہوئے کہ اس سلسلہ میں عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ چنانچہ راولپنڈی، اسلام آباد اور سرگودھا کے شہریوں نے

اس نوعیت کے مقدمات عدالتوں میں دائر کئے۔

یہ صورت حال کا نہایت مختصر سا خاکہ ہے — مسلمانوں کے اضطراب و بے چینی اور قادیانیوں کے تمرد و سرکشی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ صورت حال کسی بڑے اضطراب کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لیے ارباب حکومت کو قادیانی مسئلہ کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے۔ اور مسلمانوں کے اضطراب کو ختم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مطالبات کو پورا کرنا چاہیے:-

۱- ستمبر ۷۴ء کے آئینی فیصلے کو بروئے کار لانے کے لیے فوری طور پر مناسب قانون سازی کی جائے۔

۲- ربوہ کو کھلا شہر قرار دے کر وہاں مسلمانوں کی آبادی کا بندوبست کیا جائے اور قادیانیوں کو ربوہ کے ملحقہ علاقوں میں مزید رقبہ جات ہتھیانے سے باز رکھا جائے۔

۳- قومی اسمبلی کی کارروائی کو شائع کیا جائے۔

۴- صمدانی کمیشن کی تحقیقاتی رپورٹ جو سانحہ ربوہ سے متعلق ہے شائع کی جائے۔

۵- قادیانیوں کو اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے باز رکھا جائے۔

۶- قادیانیوں کے خلاف آئین کی نفی اور آئین ساز ادارے کی توہین کے جرم میں قانونی کارروائی کی جائے اور انہیں مسلمانوں کو اشتعال دلانے سے باز رکھا جائے۔

۷- قادیانیوں کی ملک دشمن سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

۸- قادیانیوں کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر لفظ "قادیانی" درج کیا جائے۔

اگر حکومت نے ان مطالبات کو وعدہ فردا پہ ٹال دیا تو مسلم عوام مجبور ہوں گے کہ قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ اور ان کے خلاف دوبارہ منظم کوشش کا آغاز کریں۔

فضلائے دار العلوم دیوبند سے

ایک ضروری التماس

دار العلوم دیوبند کے قیام سے لے کر اب تک ہزاروں علماء و فضلاء وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ دار العلوم دیوبند نے آئندہ سال اپنی صد سالہ تقریب منعقد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس میں تمام فضلاء دیوبند کو مدعو کرنے کا پروگرام ہے۔ اس سلسلے میں تمام فضلاء دار العلوم دیوبند کے موجودہ پتوں کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے پاکستان تشریف آوری کے موقع پر اس غرض کے لیے ایک کمیٹی قائم فرمائی ہے۔

اس کمیٹی کی طرف سے تمام فضلاء دار العلوم دیوبند سے خواہ وہ کہیں آباد ہوں اور کسی کام میں مشغول ہوں۔ التماس ہے کہ وہ اپنے بارے میں مندرجہ ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔

پورا نام .... والد کا نام ....

موجودہ پتہ ....

موجودہ مشغلہ .... عمر ....

کون سے سن میں دار العلوم دیوبند سے فراغت پائی؟

دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے سال کیا پتہ درج کرایا گیا تھا؟

مندرجہ بالا کوائف صاف اور واضح طریقے سے لکھ کر براہ کرم جلد از جلد مولانا محمد تقی عثمانی کورنگی کراچی ۱۲ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

داعی: مفتی محمد شفیع صدر دار العلوم کراچی ۱۴

محمد یوسف بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

ھ

اب نہ پردہ ہے نہ احساس حیا باقی ہے

[illegible] مکر و ریا باقی ہے

ضروریاتِ جہاد

فوج کی صحیح تنظیم

سامانِ رسد و اسلحہ کی فراہمی —— اور

دشمن کی جنگی چالوں سے واقفیت

خواجہ عبدالحی فاروقی

جہانگیری اور جہاں داری کے احکام و ضوابط ضرورت کے مطابق بیان کئے گئے۔ تمام مسلمانوں میں ان کی نشر و اشاعت کی ہر گھر میں ان کی تعلیم ہو گی اور ایک ایک بچہ اِن سے واقف ہو گا۔ مشق کرتے کرتے ان کے اندر کام کرنے کی استعداد و قابلیت پیدا ہو جائے گی تاآنکہ ان کے سامنے دعوتِ عمل پیش کی جائے۔ چنانچہ جہاد فی سبیل اللہ شروع کرتے وقت جن چیزوں کی ضرورت محسوس ہو گی ان کو بیان کیا جاتا ہے

میدانِ جنگ اور موت

"کیا تم نے اُن لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو موت کے مارے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے۔ اللہ نے اُن کو حکم دیا کہ مرجاؤ، پھر ان کو زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں کے لئے بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے۔"

(سورہ البقرہ ع ۳۲ آیت ۲۴۳)

بنی اسرائیل تقریباً چار سو سال تک مصر میں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے تاآنکہ حضرت موسیٰؑ نے پنجۂ فرعون سے ان کو نجات دلوائی۔ فرعون کی قوم اُن کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ ایک لشکر جرار ان کے تعاقب کے لئے نکلا۔ جس وقت یہودیوں نے اس عظیم الشان اجتماع کو دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور ان کو اپنی جانوں کا خطرہ ہوا۔

"پس جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں، موسیٰ کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو پکڑے گئے"

جو قوم صدیوں تک غلام و محکوم رہ چکی ہو اس کے تمام جذبات حق و حریت فنا ہو جاتے ہیں۔ ارادہ میں ضعف و کمزوری محسوس ہوتی ہے جوش و ولولہ سرد پڑ جاتا ہے۔ یہی حال بنی اسرائیل کا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ محکومیت اور غلامی سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی لعنت نہیں ہو سکتی۔

یہاں سے فارغ ہو کر موسیٰؑ نے ان کی حمیتِ قومی اور عصبیت میں جوش پیدا کرنے کے لئے فرمایا:

"اے قوم! پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کر دی ہے اور اپنی پیٹھ کی طرف نہ لوٹو۔ پھر نقصان میں جا پڑو گے۔"

(سورہ المائدہ ع ۴ آیت ۲۱)

ارضِ مقدس تمہارا آبائی وطن ہے اس وقت غیروں نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اپنے وطن کو آزاد کرنے کی کوشش کرو۔ مگر ان کا جوشِ وطنیت اس درجہ مردہ ہو گیا تھا کہ انہیں ذرہ برابر بھی احساس نہ ہوا اور بدبختانہ جواب دیا کہ وہ صاحبِ صولت و ہیبت ہیں ہم اُن سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں، مگر جب موسیٰؑ کا اصرار بڑھا گیا تو انہیں کہنا پڑا۔

"تم جاؤ اور تمہارا خدا، دونوں جا کر لڑو۔ ہم یہاں بیٹھ کر تمہاری جنگ کا تماشہ دیکھیں گے"

اس بدبختانہ جواب کی سزا یہ ملی کہ چالیس سال تک اس ارضِ مقدس میں ان کا داخلہ بند کر دیا گیا۔ موجودہ نسل تباہ ہو گئی دوسری نسل نے آکر فتح کیا۔

تعلیمی کام اور ملکی انتظام دو جداگانہ فرائض ہیں۔

شموئیل نبی صرف تعلیمی امور کے منتظم اعلیٰ تھے۔ ان سے بنی اسرائیل نے درخواست کی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سپہ سالار کی ضرورت ہے جس کی امارت اور سرکردگی میں ہم مخالفین سے جنگ کر سکیں۔

شموئیل کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ابھی اس کام کے لئے تیار نہیں۔ اسی لئے انہوں نے دریافت کیا کہ عین وقت پہ بھاگو گے تو نہیں۔ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ

انسان جب کام کرنے کے لئے گھر سے باہر قدم نکالتا ہے مخالفین اور معاندین کی کثرت ہوتی ہے۔ اُسے ہر وقت اپنی جان کا خطرہ رہتا ہے اگر یہی خوف ترقی کر جائے تو کبھی کام کرنے کی ہمت پیدا نہ ہوگی اور دشمن سے مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ اس لئے کام شروع کرنے سے پہلے ہی فرما دیا کہ انفرادی اور اجتماعی حالت میں زندگی اور موت کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو زندگی بخشتا ہے اور مارتا ہے۔ تمہاری حیات و ممات اسی خدائے واحد کے قبضہ میں ہے اگر اس نے تمہیں زندہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تو انسانی طاقت تمہیں فنا نہیں کر سکتی اور یہ ضروری نہیں کہ تم میدان جنگ میں جا کر مر ہی جاؤ گے بلکہ اس کا تعلق شہنشاہ اعظم اور مالک السموات والارض سے ہے۔ پس تم موت اور حیات کی الجھن میں پھنس کر جہاد فی سبیل اللہ کے فرض سے رک نہ جاؤ۔

ترجمہ:۔ اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۴)

پس جب موت و حیات کسی انسان کے قبضہ میں نہیں، اور جنگ میں بھی مرنا یقینی نہیں تو اٹھ کھڑے ہو، اللہ تعالیٰ کا قانون بلند اور برتر کرنے کے لئے جہاد و قتال کرو تاکہ اسلام کو غلبہ اور اقتدار حاصل ہو، کرۂ ارضی امن کا گہوارہ بن جائے۔ اور چونکہ تم محض اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے جنگ کرو گے اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمہاری ہر دعا کو سنے اور اس کی اجابت بخشے اور تمہیں مخالفین کے مقابلہ میں کامیابی نصیب کرے۔

"کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھا۔ تاکہ اللہ اس کے قرضہ کو اس کے لئے کئی گنا بڑھا دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگدست اور کشائش والا کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ محض جان قربان کرنا کافی نہیں بلکہ روپیہ خرچ کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ سامانِ حرب خریدو۔ اور دوسروں کی تیاری میں مدد کرو اور خلافتِ اسلامی کے لئے اپنی تمام دولت نذر کرو۔ میدانِ جنگ میں جاتے ہی تمہیں فتح و کامرانی نصیب ہوگی۔ اس قدر مالِ غنیمت ملے گا۔ کہ سمیٹ نہ سکو گے جس قدر تم نے اسلام کے بقاء و قیام کے لئے صرف کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مل جائے گا۔ صدہا ممالک پر ہلالی جھنڈا لہرائے گا اور ہزاروں کافر و مشرک دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے۔

تم غربت اور افلاس کا خیال نہ کرو کہ قبض و بسط یعنی تنگدستی اور کشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ہمارے پاس لاکھوں روپیہ ہو مگر اللہ تعالیٰ ایسا ایسا سامان پیدا کر دے کہ تمام دولت تمہارے لئے بیکار ثابت ہو اور ناداری اور تہی دستی کی زندگی بسر کرو اور یہ بھی اس کے اختیار میں ہے کہ غربت کے ایام میں تمہیں ایسی شادمانی اور فرحت نوازش کرے کہ بڑے بڑے دولت مندوں کو بھی نصیب نہ ہو۔

تیاری مکمل ہو چکی ہے ہر ایک فرزند اسلامی جہاد فی سبیل اللہ کے جوش و ولولہ سے سرفروشی کے لئے تیار ہے۔ مگر جب تک عظیم الشان اجتماع کے لئے کوئی امیر نہ ہو اس کو حرکت نہیں دی جا سکتی۔ آئندہ آیات میں امیر کی ضرورت، اس کے خصائص و امتیازات اور وجوہ انتخاب پر گفتگو کی جاتی ہے۔

"کیا تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے حال پر نظر نہیں کی جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کرو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ نبی نے کہا کیا عجب ہے اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم نہ لڑو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا چیز اللہ کی راہ میں ہمارے لڑنے میں مانع ہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ اپنے گھروں اور بچوں سے نکال دیئے گئے ہیں پس جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو سوائے چند آدمیوں کے سب پھر گئے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے"۔ (القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۲۴۶)

(۵) جو لوگ اپنی خدمات پیش کریں۔ ان کا امتحان لینا ضروری ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے میں تمیز ہو۔

(۶) صرف مقصدِ حیات پر مرنے والوں سے کام لیا جائے

(۷) کامیابی کے لئے امیر کی نظر قلت و کثرتِ تعداد پر نہ ہو بلکہ جذباتِ حقہ اور اخلاقِ فاضلہ پر ہو۔

(۸) نتائج کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے اور یہی توکل ہے

(۹) حق و صداقت کی مدافعت اور کفر و باطل پرستی کے استیصال کے لئے سرفروشوں کا ایک گروہ ہمیشہ تیار رہے۔

(۱۰) بنی اسرائیل نے حکومت قائم کی۔ اس لئے مسلمان اپنی حکومت قائم کریں۔

یہ تمام قصہ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح بنی ا

یں مہزدن کا قصہ ہے ہماری اولاد کو ہم سے جدا کردیا گیا ہے۔ قومیت اور وطنیت دونو فنا ہو چکی ہیں۔ اب بھی ہم لڑنے کو تیار نہ ہوں گے تو پھر اور کونسا وقت ہوگا! مگر انجام کار وہی ہُوا جس کا کھٹکا تھا۔

جنگ میں جانے سے قبل اس امر کی ضرورت ہے کہ فوج ہر قسم کے سامان جنگ سے مسلح ہو۔ فنون حرب کی مشق کرلی ہو اور لڑائی کے وقت جن دسائس اور چالبازیوں کی ضرورت ہو اُن کی مہارت بہم پہنچائی ہو۔ یہ لوگ اس کے لئے تیار نہ تھے۔ ایک عارضی اور ہنگامی جوش تھا۔ جس نے اُن کو لڑنے کے لئے ابھارا تھا۔

ان کی درخواست پر طالوت بادشاہ مقرر کیا گیا مگر انہوں نے اعتراض کہ وُہ غریب ہے۔ نبی نے کہا۔ امارت کے لئے دو چیزوں ضرورت ہے۔

(۱) علم جس سے ملک کا نظم و نسق قائم رکھ سکے۔ بہترین طریق سے حکومت کرنے کے قائل ہو اور سیاسی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھا سکے۔

(۲) **جسم** جس کی ظاہری شکل و صُورت پر رُعب دلب ٹپکتا ہو۔ لوگوں پر اس کی ہیبت طاری ہو۔ فن حرب کا ماہر اور فنون جنگ سے اچھی طرح واقف ہو۔ اور فوجوں کو نظم و ترتیب سے لڑا سکے۔ یہ دونوں صفات طالوت میں علی وجہ الکمال موجود ہیں۔

خلاصہ

حضرت موسیٰؑ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا۔ پھر جب اُن کی نیت بگڑی تب ان پر ایک غنیم کافر بادشاہ جالوت نام مُسلّط ہوا۔ اس نے ان کو شہر سے نکال دیا اور لوٹا اور ان کو پکڑ کر بندہ بنایا۔ بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہُوئے اُس وقت شموئیل پیغمبر تھے ان سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کرو تاکہ اس کے ساتھ ہو کر ہم فی سبیل اللہ جہاد کریں۔ اللہ تعالےٰ نے طالوت بادشاہ مقرر کردیا۔ مگر وُہ غریب تھا اور یہ مال و دولت رکھتے تھے اور اپنے آپ کو سلطنت کے زیادہ لائق خیال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو عقل اور بدن میں زیادتی دی۔ طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی۔ موسم نہایت گرم تھا اسی ہزار جوان نکلے۔ طالوت نے ان کو آزمانا چاہا۔ حکم دیا کہ ہر ایک چھوٹے زیادہ پانی نہ پیئے۔ صرف تین سو تیرہ آدمی رہ گئے جو آزمائش میں پورے اُترے۔ حضرت داودؑ کے والد اور اُن کے چھ بھائی بھی شامل تھے۔ داودؑ نے پتھر مار کر جالوت کو ہلاک کردیا۔ جالوت کا لشکر بھاگا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ جہاد کا حکم ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت تک جہاد جاری رہے گا۔ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داودؑ سے کردیا۔" (تفسیر عثمانی)

نزول برکات

امیر کا انتخاب ہوگیا مگر بنی اسرائیل اس پر مطمئن تھے تو ان کے نبی نے کہا کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمعی ہے اور وُہ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو موسیٰؑ اور ہارونؑ کی اولاد چھوڑ گئی۔ اسکو فرشتے اٹھاتے ہوتے ہونگے

فوج کا امتحان

طالوت ایک عظیم الشان فوج لے کر روانہ ہوتے اور کہا کہ راستہ میں ایک نہر آتی ہے۔ شدت تشنگی کے وقت تمہارا اس پر سے گذر ہو جائے گا۔ اس جگہ تمہارے نفس کا امتحان ہوگا۔

ماحصل

(۱) جنگ شروع کرنے سے پہلے امیر کا انتخاب ضروری ہے۔

(۲) امیر کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) جہانگیری (جہاں بانی) کے مسائل سے واقف ہو (ب) فن جنگ میں اسے پوری واقفی حاصل ہو۔

(۳) رائے عامہ کا احترام ضروری ہے اگر اس کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو عام لوگوں کو اطمینان دلایا جائے۔ ورنہ کام میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

(۴) امارت کے لئے دولت پر نظر نہ ہو اور صدر نشینی کے لئے مالداروں کو تلاش نہ کیا جائے۔

قوموں کی زندگی اور موت ہمیشہ یہی ہوا کرتی ہے کہ اگر خود حاکم فرمانروا ہوں تو زندہ ہیں اور اگر دوسروں کے مقہور اور ذلیل ہیں۔ تو انہیں مردہ کہا جائے گا۔

بنی اسرائیل نے ارضِ مقدس فتح کرنے سے انکار کیا اور مردہ ہو گئے ایک مدت کے بعد اللہ نے اُن پر فضل کیا۔ دوسری نسل کے ذریعہ سے آبائی وطن نوازش کر کے زندگی بخشی۔

قوموں اور ملتوں پر اللہ تعالیٰ اسی قسم کا فضل و احسان کرتا مگر وُہ توجہ نہیں کرتیں۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

سید القوم خادمہم

محمد اشفاق
جمعیۃ طلباء اسلام
کوٹ ادو

مسلمان حکمرانوں کا جذبۂ خدمت خلق

آج اگر کسی شخص کو صرف دس بیس آدمیوں پر اقتدار یا حکومت کا موقعہ ملتا ہے تو غرور و تکبر اور خدا کی مخلوق سے بے نیازی اس کی عادت بن جاتی ہے۔ آج اسلام اور خدمت خلق کے نام پر ووٹ مانگ کر اقتدار حاصل کرنے کے بعد مخلوق کی بے بسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس وہ با اقتدار لوگ جن کے ہاتھوں میں عرب و عجم کی باگ ڈور تھی، عجز و انکساری اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارنے میں اپنے لیے سعادتِ دارین سمجھتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے دائیں جانب اور حضرت عمر فاروقؓ آپؐ کے بائیں جانب تھے۔ آپؐ دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا کہ ہم اسی طرح اٹھیں گے۔

حضرت عمرؓ کی حالت

حضرت عمرؓ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرماتے۔ کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کبھی فرماتے کاش! میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیجئے۔ آپؓ نے اس کے ایک دُرّہ مار دیا۔ کہ جب میں اس کام کے لیے بیٹھتا ہوں اس وقت تو آتے نہیں۔ جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں تو آ کر کہتے ہیں کہ بدلہ دلواؤ

وہ شخص چلا گیا۔ آپؓ نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا۔ اور دُرّہ اس کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے لیے معاف کر دیا۔ گھر تشریف لائے۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے عمرؓ! تو کمینہ تھا۔ اللہ نے تجھے اونچا کیا، تو گمراہ تھا تجھ کو ہدایت فرمائی، تو ذلیل تھا تجھے عزت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا۔ اب اگر ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے تو تو اسے مارتا ہے۔ کل قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا۔ بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔

آپؓ کے غلام حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ "حرہ" کی طرف جا رہا تھا کہ جنگل میں ایک جگہ آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاید کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا اور باہر ہی ٹھہر گیا ہے۔ چلو اس کی خبر لیں۔ رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں۔ جو رو رہے ہیں اور چلا رہے ہیں۔ اور ایک دیگچی چولھے پر رکھی ہوئی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ انہوں نے سلام کیا۔ اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں۔ عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیگچی میں کیا ہے؟ عورت نے جواب دیا۔ کہ

ان کو بہلانے کے لیے پانی بھر کر آگ پر رکھ دی ہے
کہ ذرا ان کو تسلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المومنین
عمرؓ کا اور میرا فیصلہ بس اللہ کے ہی ہاں ہوگا۔
کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔

حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر
رحم کرے۔ بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے۔
کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے حال
کی خبر بھی نہیں رکھتے۔

حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور
ایک بوری بیت المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں
اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لیے۔ غرضیکہ
اس بوری کو خوب بھر لیا اور فرمایا کہ اس بوری کو
میری کمر پر رکھ دے۔ میں نے عرض کی کہ میں لے
چلوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میری پیٹھ پر رکھ دے
دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ کیا تو
قیامت میں بھی میرے بوجھ کو اٹھائے گا۔ اس کو
میں ہی اٹھاؤں گا۔ اس لیے کہ قیامت میں مجھ ہی
سے سوال ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری کو آپؓ
کی کمر پر رکھ دیا۔ آپ نہایت تیزی کے ساتھ
اس کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔
وہاں پہنچ کر اس دیگچی میں آٹا اور کچھ چربی اور
کھجوریں ڈال دیں اور اس کو چلانا شروع کر دیا۔
اور چولہے میں خود ہی پھونک مارنا شروع کیا۔
اسلمؓ کہتے ہیں کہ آپ کی گنجان داڑھی سے دھواں
نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ حریرہ تیار ہو گیا
اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے نکال
کر ان کو کھلایا۔ وہ سیر ہو کر خوب ہنسی کھیل میں
مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت
کے لیے ان کے حوالہ کر دیا۔ وہ عورت بہت
خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ اللہ تمہیں جزائے خیر دے
تم تھے اس کے مستحق کہ بجائے عمرؓ کے تم ہی
خلیفہ بنائے جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو تسلی
دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی تو
مجھ کو بھی وہیں پاؤ گی۔ حضرت عمرؓ اس کے قریب
ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اور تھوڑی دیر بیٹھے
کے بعد چلے آئے۔ اور فرمایا کہ میں اس لیے بیٹھا تھا
کہ جس طرح ان بچوں کو روتا ہوا دیکھا تھا۔ اسی
طرح ہنستا مسکراتا بھی دیکھوں۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے عاصم ابھی چھوٹے سے تھے
کہ آپ نے ان کی والدہ کو کسی وجہ سے طلاق دے
دی۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ تھا اور حضرت عمرؓ
مقام قبا سے منتقل ہو کر مدینہ منورہ آ گئے تھے
ایک دن اتفاقیہ قبا کی جانب گزرے تو دیکھا کہ
عاصم بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ
نے چاہا کہ انہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔ عاصم کی والدہ
آگئیں اور مزاحم ہوئیں۔ کہ میرا لڑکا ہے میں اپنے
ساتھ رکھوں گی۔ قضیے نے طول پکڑا اور حضرت
صدیق اکبرؓ کی عدالت میں مقدمہ گیا۔ آپؓ نے
حضرت عمرؓ کے خلاف فیصلہ کیا۔

حضرت عمرو ابن العاصؓ نے ایک مشہور دشمن کا سر
کاٹ کر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے
دیکھ کر فرمایا کہ آئندہ کسی کا سر کاٹ کر نہ بھیجا
جائے۔ کسی نے عرض کیا کہ کافر تو ہمارے سر کاٹ
کر اپنے رئیس کو بھیجتے ہیں۔ حضرتؓ نے جواب دیا
کہ جب ہمارے پاس خدا اور رسولؐ کا قانون موجود
ہے تو ہم روم اور فارس کی تقلید کیوں کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص
مجھ کو حضرت ابوبکرؓ پر فضیلت دے گا اس کی
سزا دُرّے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کے وقت مدینہ
طیبہ کا گشت کرتے ہوئے ایک ایسے گھر کے پاس
پہنچے۔ جہاں سے گانے کی آواز آ رہی تھی۔ آپ
دیوار پھاند کر اس گھر کے اندر گھس گئے دیکھا
کہ ایک عورت کے سامنے شراب رکھی ہے اور گا

رہے ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو مجرم قرار دیا۔ تو اس عورت نے کہا کہ میں نے اگر ایک جرم کیا ہے لیکن آپ نے تو تین جرم کئے ہیں۔ (۱) خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ تجسس نہ کرتے پھرو مگر تم نے تجسس کیا (۲) خدا نے فرمایا کسی مکان میں دیوار کے پیچھے سے داخل ہونا اچھا نہیں، مگر تم دروازہ بند پاکر پشت مکان سے داخل ہوئے۔ (۳) خدا فرماتا ہے کہ اپنے گھر کے سوا دوسرے کے گھر میں نہ جاؤ اور تم میری بغیر اجازت کے داخل ہوئے۔ چنانچہ آپ اس کو چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ کوئی شخص مجھ سے میری تلوار خریدے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہبند کی قیمت بھی ہوتی تو میں اس کو فروخت نہ کرتا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ امیرالمومنین میں آپ کو تہبند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔

غرضیکہ آپ نے اپنی تمام زندگی اسی طرح گزار دی۔

ایک روز حضرت عمرؓ اپنی گردن پر پانی کی بھری ہوئی مشک اٹھائے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! یہ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ غرور نے سر نکالا تھا۔ (اس وجہ سے نفس کی اصلاح کر رہا ہوں)۔ حضرت عمرؓ کی خواہش کے مطابق خداوند کریم نے بیس آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ اس سے حضرت عمرؓ کی شان عبودیت کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت عثمانؓ جب نہاتے تو دروازہ بند کر کے نہاتے۔ کپڑے اتارنے میں اس قدر شرماتے تھے کہ کمر سیدھی نہ کر سکتے تھے

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت میں ہر نبی کا رفیق ہوگا اور میرا رفیق عثمان بن عفانؓ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے ایک غلام کی گوشمالی کی وہ درد سے چیخنے لگا۔ آپ خوفِ خدا سے کانپ گئے اور اس سے کہا کہ تو بھی میری اسی طرح گوشمالی کر۔

غلام نے دست بستہ عرض کیا کہ مجھ سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جس سے آپ ڈرتے ہیں اس سے میں بھی ڈرتا ہوں۔

یہ بات سن کر آپ نے غلام کو آزاد کر دیا۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

کا پیغام پہنچایا۔ ان کے بعد قدم بہ قدم یہ مقدس فریضہ اہل حق میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ انشاء اللہ اسی طرح جاری ہے۔

اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر دور میں ایک گروہ ایسا موجود ہونا چاہیے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا رہے اور خدا کی مخلوق تک خدا کا آخری پیغام پہنچانے کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔

دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ ہمیں اس سلسلہ میں اپنے فرائض کما حقہ ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین

بقیہ : ضروریاتِ جہاد

نے اپنی حکومت قائم کی۔ ایسے ہی رسول اللہؐ کے حق میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ آپ کو بھی مخالفین و معاندین اسلام سے جنگ کرنی پڑے گی۔ انجام کار آپ غالب رہیں گے اور آپ کو امت مسلمہ کے بقاو قیام کے لئے سلطنت قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ اس لئے آپؐ کی آئندہ ضروریات کو پیش نظر رکھ کر یہ قصہ اس وقت بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس قصہ میں اول تمام سیاسی امور کی تعلیم دی گئی ہے جو قیام حکومت میں پیش آئیں گے اور آپ آسانی سے ان کی بناء پر تنظیم مملکت کر سکیں گے۔

حضرت داؤدؑ انبیائے مرسلین میں سے تھے۔ ان کو جہانگیری اور جہاں داری کے علوم نوازش کئے گئے۔ آپؐ بھی نبی مرسل ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان نوازشہائے گوناگوں سے آپؐ بھی سرفراز کئے جائیں۔

حاصلِ مطالعہ

اسلامی کردار ــــ چند جھلکیاں

قاضی ضیاء اللہ، جامع شبیریہ میانی

دولت سے بے رغبتی

لوگ دیکھتے ہیں کہ وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہونے کے باوجود نظام الملک کو دولت سے محبت نہیں ہے۔ ایک اوقاف ٹائپ مولوی نے اس سے پوچھا کہ آپ ملک شاہ سلجوق کے وزیر اعظم ہیں۔ اگر چاہیں تو محلات کو دولت سے پاٹ دیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دولت جیسی عزیز ترین شئے سے آپ کو قطعاً کوئی محبت نہیں، آخر کیوں؟ طوسی نے جواب دیا دولت جیسی ذلیل شے سے کوئی احمق ہی پیار کر سکتا ہے۔ ایک ایسی ذلیل شے جو دُنیا میں تو بدمست اور غافل کر دیتی ہے اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بنا دے گی کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور چاندی جہنم میں سانپ اور بچھو بن کر اپنے جمع کرنے والے کو ڈسیں گے۔

دیوبند کے حساس لوگ

دار العلوم دیوبند کے استاذ مولانا میاں سید اصغر حسین رحؒ نے بڑی حساس طبیعت پائی تھی۔ ان کا ایک کچا مکان تھا جس کی ہر برسات سے پہلے لپائی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنا مکان پختہ کیوں نہیں بنوا لیتے اور اگر مالی طاقت نہ ہو تو بنوائے دیتے ہیں تاکہ ہر سال کی تکلیف سے نجات مل جائے۔ مولانا موصوف نے فرمایا آپ حضرات کی رائے نہایت ہی معقول ہے مگر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد آہستہ سے دردمندانہ لہجہ میں فرمایا جس محلے میں بندہ کا مکان ہے اس میں سارے مکان کچے ہی ہیں۔ اگر میں اپنا مکان پختہ بنوا لوں تو دیگر غریب اہالیانِ محلہ کو اپنی ناداری کا احساس اور شدید ہو جائے گا اور میں یہ نہیں چاہتا اور مولانا نے اس وقت تک اپنا مکان پختہ نہیں کرایا جب تک کہ آس پاس کے تمام مکانات پختہ نہ ہو گئے اور یوں اسلامی مساوات کی روشن نظیر قائم کی۔

زوال کی چار علامتیں

حضرت علیؓ نے زوال کی چار علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! تمہیں چار باتیں زوال کی طرف لے جانے والی ہیں (۱) اصول سے فرار (۲) فروع پر بحث (۳) کمینوں کی سرداری (۴) اور اہلِ علم کی بدحالی۔ پھر فرمایا جب تم کسی پر احسان کرو تو اسے چھپاؤ، اور اگر تم پر کوئی احسان کرے تو اسے پھیلاؤ۔ کسی نے سوال کیا۔ امیر المومنین محرومیت کس میں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تین آدمی تین چیزوں سے محروم رہتے ہیں۔ جلد باز کامیابی سے، غضب ناک صحیح اقدام سے اور جھوٹا عزت سے۔

ذکرِ خداوندی میں سکون

بایزید بسطامیؒ ایک رات حسبِ معمول عبادت میں مصروف تھے مگر عبادت میں وہ ذوق اور کیفیت پیدا نہ ہوتی تھی جو ہونی چاہیے تھی، بہت پریشان ہوئے آخر خادم سے پوچھا دیکھو کہ گھر میں کیا شے ہے؟ خادم نے تلاش کے بعد انگور کا ایک خوشہ پیش کیا کہ یہ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لے جاؤ اور کسی محتاج کو دے آؤ، ہمارا گھر میوہ فروش کی دُکان نہیں۔ اس کے بعد دوبارہ ذکر و فکر

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

قرآنی حکومت کے شاندار نتائج

عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

اگر آج یہ کہا جائے کہ مسلمان بچوں کی تعلیم کی بنیاد قرآن ہونا چاہیے تو کیا کوئی اس کے معنی یہ لے گا کہ فنِ تعلیم و تربیت پر اب تک جتنی کتابیں اہلِ قلم نے لکھی ہیں سب بے کار ہو گئی ہیں۔ اہلِ تجربہ نے اپنے تجربات سے جو سینکڑوں قاعدے اور ضابطے تعلیم سے متعلق تیار کئے ہیں وہ سب آگ میں جھونک دینے کے قابل ہیں۔

یا اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اسلامی ممالک میں معاشیات کی بنیاد قرآن پر رہے تو کیا کوئی بھی سے بھی شخص بھی اس سے مراد یہ لے گا کہ قرآن مجید کی آیتوں میں میزانیہ تجارت، بیلنس آف ٹریڈ بھی مل جائے گا۔ اور اشیائے تجارت کی برآمد و درآمد کی تفصیلات بھی درج ملیں گی اور ملک کی چونگی۔ ڈیوٹی۔ کسٹم کے سارے ضابطے لکھے لکھائے مل جائیں گے۔

قرآن کی جمیعت یا کاملیت کے یہ معنی لینا قرآن کے ساتھ تمسخر کرنا ہے یا اپنی سادہ لوحی کا ثبوت دینا۔ دنیاوی علوم و فنون کی جو تقسیم کی گئی ہے قرآن ان میں سے ہرگز کسی علم و فن کی کتاب نہیں، وہ جس طرح نہ طب کی کتاب ہے نہ منطق و ریاضیات کی، نہ جغرافیہ کی۔ اسی طرح نہ [illegible] قانون کی ہے نہ بین الممالک قانون کی، اور نہ سیاست کی، وہ ان سب سے بلند تر ہے اس کا موضوع انسان کی ہدایت ہے یعنی ان چیزوں کی تعلیم و تبلیغ جن سے اس دنیا اور اس کے بعد آنے والی دنیا کی زندگیاں بہتر سے بہتر طریقہ پر میسّر ہو سکیں اور اس کے اصولی جزو صرف دو ہیں (۱) بندہ کا تعلق خدا سے (۲) بندہ کا تعلق دوسرے بندوں سے اس کا اصل موضوع انہی دوگانہ تعلقات کی اصلاح اور ان کا سنبھالنا اور سنوارنا ہے اور بس۔

اب جہاں تک ملکی قانون کا تعلق ہے اس نے اپنے موضوع کی مناسبت سے اور اس کے ماتحت چند موٹے اور عام اصول بیان کروائے ہیں۔ (۱) اپنے مسلم حاکمِ وقت کی اطاعت کرو (۲) بغاوت نہ کرو (۳) ملک میں فساد نہ پھیلاؤ اور چند عمومی جرائم کا نام لے کر ان کی سزائیں بیان کر دیں۔ مثلاً خونِ ناحق کی سزا قتل ہے۔ زنا کی سزا مجمع عام میں ایک سو کوڑے لگانا ہے۔ چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ اتہامِ زنا کی سزا اسّی کوڑے مارنا ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن نہ اس نے چھوٹے بڑے سارے جرائم کی کوئی فہرست تیار کی ہے۔ نہ فوجداری اور دیوانی سے متعلق قانونی جزئیے ہی مکمل طور پر پیش کئے ہیں۔ موٹے اصول بتا کر اور چند اہم مثالیں دے کر باقی اس نے عقل جیسی نعمت دے کر انسان کے فہمِ سلیم، بصیرت و تجربہ پر چھوڑ دیا ہے۔ نہ اس نے یہ بتایا کہ جیل کے اندر بارکیں بنی ہوں نہ یہ کہ قیدی کال کوٹھڑی میں بند کئے جائیں۔ اسی طرح سینکڑوں جزئیات اس نے عقلِ انسانی کے حوالے کر رکھے ہیں۔ ایسا ہی اس کا معاملہ قانون بین الممالک اور سیاست کے ساتھ ہے ان شعبوں میں بھی اس نے چند اصولی ہدایتیں واضح طور پر دے دی ہیں اور چند باریک اشارے بھی اہلِ فہم کے لئے رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً (۱) اس کی غایت ملک گیری نہ ہو (۲) صرف حاربین سے لڑا جائے (۳) جب غنیم صلح کے لئے جھکے تو مسلمان بھی اس پر آمادہ ہو جائیں خواہ مخواہ خونریزی کو طول نہ دیں (۴) معاہدہ کی پابندی بہرحال ضروری ہے۔ جب فریقِ ثانی کی چالوں سے اس کی خلاف ورزی ناگزیر ہو جائے تو بھی اس کو اس کی اطلاع کر دیں۔ (۵) عدل، امانت، تقویٰ کا لحاظ جنگ و امن ہر صورت میں رکھیں، (۶) مسلّم حکمرانوں کے خلاف جو کوئی دوسرا مدعی سرکشی اور بغاوت کے ساتھ اٹھے۔ امّت

بقیہ : اداریہ

حق میں نہیں اس لیے گالی مولوی کو دیتے ہیں ورنہ اس ملک میں تیس سالہ تاریخ میں ایک "ملا" کی دس ماہ کی حکومت نے ثابت کر دیا ہے کہ "ملا" مسٹر سے زیادہ اہل ہے۔ اور وہ مسجد و مدرسہ کے ساتھ ساتھ مسند اقتدار کے لیے بھرپور صلاحیتیں رکھتا ہے!

عملی دنیا میں "ملا" سے مار کھانے کے باوجود اسے گالی دینا شرمناک ڈھٹائی نہیں تو اور کیا ہے؟

۲۶ م
عبدالرحمن ... جمادی الثانیہ

گرفتاریاں اور مقدمے

عوامی دور حکومت کی برکات ملاحظہ فرمائیں:۔

سندھ متحدہ محاذ اور جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے سربراہ اور مولانا محمد شاہ امروٹی ۲۶ طلبہ سمیت گرفتار۔

جہلم جمعیۃ کے سربراہ مولانا محمد شریف گرفتار، مسجد کا لاؤڈ سپیکر ضبط، مزید ایک کرایہ کا سیٹ ضبط۔

پشاور دفتر جمعیۃ کا ناظم اور دوسرے لوگ گرفتار۔

گوجرانوالہ اور دوسرے مقامات پر لاتعداد کارکنان جمعیۃ کے خلاف مقدمات!

الغرض ہر طرف یہی کچھ ہے اور یہ ان کے دور میں ہے جو اپنے کو "عوامی" کہتے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم نے قوم کو آئین دیا۔

لیکن اعمال پر نظر کریں تو آپ کو یہ کچھ نظر آئے گا جس کی ایک جھلک ہم نے عرض کی۔

عدالتوں اور سپیشل ٹریبونلز میں جائیں تو آپ کو سیاسی ورکروں کی بھیڑ نظر آئے گی ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرکوں پہ ڈی۔ پی۔ آر کا اندھا دھند استعمال وغیرہ وغیرہ سوال یہ ہے کہ ان بنیادوں پر کاشت کب تک چلے گی۔ ہم تو ایک ہی بات جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ظلم بالآخر مٹ جاتا ہے اور ایسا مٹتا ہے کہ اس کے بدبودار لاشہ کو کفنانے دفنانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

دنیا کی تاریخ میں بہتیرے امراء اور ڈکٹیٹر لیکن حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور آج یہ حالت ہے کہ ان کی قبروں کے نشان بھی نہیں ملتے۔ اس لیے ہم انسانیت کے نقطہ نظر سے ارباب اقتدار کو مشورہ دیتے ہیں اور جناب کوثر نیازی کے الفاظ میں کہ

ظالم کا جہاں زیر و زبر ہو کے رہے گا
مظلوم کی آہوں کا اثر ہو کے رہے گا

اللہ کرے کہ آپ کو ہوش آجائے آپ ناخن تدبیر سے کام لے سکیں۔ بصورت دیگر قدرت کی بے آواز لاٹھی مظلوموں کا خود انتقام لے گی۔ اور اس کا انتقام بڑا شدید اور سخت ہو گا۔

الحذر۔ الحذر۔ الحذر۔

دو نئے سلسلے

خدام الدین عنقریب اپنے قارئین کی خدمت کے لیے دو نئے سلسلے شروع کر رہا ہے:۔

۱۔ حضرت لاہوری قدس سرہ کی مجالس ذکر اور خطبات جمعہ کے منتخب اقتباس اور حضرت کے متعلق اہل قلم کی نگارشات۔

۲۔ علامہ نور الحسن فاضل دیوبند پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کا سلسلہ درس جو ا۔ا۔ حج بیت المعمور محمد ابراہیم صاحب میں روزانہ ہوتا ہے۔ ٹیپ ریکارڈ سے نقل کر کے پیش خدمت کیا جائے گا۔

(ادارہ)